جو چیز پردہ میں ہوگی اس کی قیمت بڑھ جائے گی۔

محرم الحرام کا مہینہ!

شرعی حیثیت، احکامات

مفتی محمد راشد ڈسکوی

www.banuri.edu.pk

نئے ہجری سال کی ابتدا

مدینہ منورہ کی طرف ہجرتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے لے کر اب تک چودہ سو چھتیس سال کا عرصہ بیت چکا ہے، چودہ سو سینتیسواں سال شروع ہو چکا ہے۔ محرم الحرام اسلامی تقویم ہجری کا پہلا مہینہ ہے، کتنے ہی پڑھے لکھے، دیندار لوگ ایسے ہیں جنہیں اسلامی تقویم کا علم ہی نہیں، ان سے اسلامی مہینوں کے نام معلوم کرلیں وہ آپ کو نہیں سنا سکیں گے، ان سے روزانہ کی اسلامی تاریخ معلوم کی جائے تو وہ نہیں بتلا پائیں گے۔ جب کہ اس کے برخلاف شمسی تقویم، اس کے مہینوں کے نام اور تاریخ ہر کسی کو معلوم ہوتی ہے۔ کسی بھی دن کسی سے بھی پوچھ لیں کہ آج کیا تاریخ ہے؟ تو فوراً بتا دیں گے۔ جب شمسی سال کے پہلے مہینے جنوری کی ابتدا ہوتی ہے تو ''نیوائیر نائٹ'' پر وہ خوشیاں بھی مناتے ہیں، خوب ہلّہ غلّہ کرتے ہیں، گویا اس طریقے سے وہ نئے سال کا آغاز کرتے ہیں۔ اس مقام پر ہم نے غور وفکر یہ کرنا ہے کہ ''نیوائیر'' کی اس طرز پر ابتدا ہم نے کہاں سے لی؟! ہمارے لیے تو ''نیوائیر'' کی ابتدا محرم الحرام کے بابرکت مہینہ سے شروع ہوتی ہے، اور چونکہ ہم مسلمان زندگی گزارنے کے طور طریقوں کے معاملے میں مستقل ایک کامل تہذیب کے مالک ہیں، اس لیے ہمیں اپنی زندگی کی راہ ورسم میں کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا کر بھکاری پن اختیار کرنا مسلمان کی مسلمانیت کے خلاف ہے، ہمیں کسی کے در پر جھکنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ہم تو خود ساری دنیا کو تہذیب وشائستگی کے آداب وطریقے سکھانے والے ہیں۔

نئے مہینے کے استقبال کا اسلامی طریقہ

''نئے سال'' کی ابتدا ہو یا ''نئے مہینے'' کی، شریعت میں جب بھی یہ (''نئے سال'' یا ''نئے مہینے'' کا) لفظ بولا جائے گا اس سے مراد اسلامی مہینہ ہی ہوگا، نہ کہ شمسی مہینہ۔ چنانچہ اس مہینے کی ابتدا کا

مسنون طریقہ شریعت کی طرف سے صرف یہ سامنے آتا ہے کہ مہینے کے اختتام پر نئے مہینے کے چاند کو دیکھنے کا اہتمام کیا جائے، یہ عمل مسنون ہے اور جب چاند نظر آجائے تو نیا چاند دیکھنے کی دعا بھی پڑھی جائے، یہ بھی مسنون ہے۔ اس مسنون طریقے کے ہی اپنانے میں اور دعاؤں کا اہتمام کرنے میں برکت، حفاظت اور ثواب ہے۔ ہمیں فضول قسم کی رسومات اور خرافات سے بچتے ہوئے اسی کا اہتمام کر کے سچے مسلمان اور محبّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا ثبوت دینا چاہیے۔ امام ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ نے مہینہ کی ابتدا کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و عادت شریفہ کا یوں ذکر فرمایا ہے:

''إن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کان إذا رأی الھلالَ قال: ''اللّٰھم اجعله ھلال یمنٍ و برکةٍ۔'' (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنیؒ، ص:۵۹۶، رقم الحدیث:۶۴۱، مکتبۃ الشیخ، کراچی)

ترجمہ: ''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلی رات کے چاند کو دیکھتے تو یوں دعا مانگتے: اے اللہ! ہمارے لیے اس چاند کو خیر و برکت والا بنادے۔''

ایک دوسری روایت میں اس وقت یہ دعا پڑھنے کا ذکر ہے:

''أللّٰھم أَھِلَّهٗ علینا بالیُمْنِ والإِیْمَانِ والسَّلامَةِ والإِسلامِ، ربِّیْ وربُّکَ اللّٰہ''۔

(مسند أحمد بن حنبل، مسند أبی محمد طلحہ بن عبید اللہ، رقم الحدیث:۱۳۹۷، ج:۲، ص:۱۷۹، دار الحدیث، القاھرۃ)

ترجمہ: ''اے اللہ! اس پہلی رات کے چاند کو امن وسلامتی اور ایمان واسلام کے ساتھ ہم پر طلوع فرما، (اے چاند!) میرا اور تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔''

ہمیں بھی مہینے کی ابتدا اُسی طرح کرنی چاہیے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا، تاکہ برکتیں اور رحمتیں حاصل ہوں، چہ جائیکہ! ہم رسوم و بدعات سے ابتدا کریں۔

اسلامی کیلنڈر استعمال کرنے کی اہمیت

دوسری بات یہ کہ ہمیں چاہیے ہم اسلامی تقویم ہجری کے استعمال کی عادت ڈالیں، اپنے روز مرہ کے استعمال میں اس تقویم کو سامنے رکھیں، اگرچہ! دوسری تقویمات، تاریخوں اور کیلنڈروں کا استعمال گناہ نہیں ہے، شرعاً اس کے اختیار کرنے میں بھی ممانعت نہیں ہے، لیکن شمسی تقویم کا ایسا استعمال کہ ہم اسلامی تقویم کو بالکلیہ بھلا ہی بیٹھیں، یہ کسی طرح درست نہیں، اس لیے کہ اسلامی تقویم ہجری کی حفاظت بھی مسلمانوں کا فرض ہے اور اس کے استعمال میں ثواب ہے جس سے محروم نہیں ہونا چاہیے۔ نیز! اپنی شناخت اور اپنے امتیاز کو باقی رکھنا بھی ایک غیرت مند مسلمان کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے، اس معاملے میں اس کی بہتر شکل یہ ہے ہم قمری تاریخ کے استعمال کو ترجیحی بنیادوں پر دوسری تقویم کے مقابلے میں استعمال کریں، خدانخواستہ اگر سب مسلمان اسلامی تقویم ہجری کو چھوڑ بیٹھیں اور

بھلا دیں تو سب کے سب اللہ کے ہاں مجرم ٹھہریں گے، اس لیے کہ اسلام کی بہت ساری عبادات کا تعلق وربط اسی تقویم کے ساتھ ہے، حضرت حکیم الأمت رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ''بیان القرآن'' میں رقمطراز ہیں:

''...... البتہ چونکہ احکام شرعیہ کا مدار حساب قمری پر ہے، اس لیے اس کی حفاظت ''فرض علی الکفایہ'' ہے، پس اگر ساری امت دوسری اصطلاح کو اپنا معمول بنالیوے، جس سے حساب قمری ضائع ہوجاوے (تو) سب گنہگار ہوں گے اور اگر وہ محفوظ رہے تو دوسرے حساب کا استعمال بھی مباح ہے، لیکن خلافِ سنتِ سلف ضرور ہے اور حسابِ قمری کا برتنا بوجہ اُس کے فرض کفایہ ہونے کے لابُدَّ افضل واحسن ہے۔'' (بیان القرآن، سورۃ التوبہ: ۳۶، ج:۳، ص:۱۳۱، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

اسلامی سال کے اس پہلے مہینے کی اللہ کے ہاں بڑی قدر ہے، یہ عظمت والے مہینوں میں سے ہے، تاریخی روایات کے مطابق اس مہینے میں بہت سے عظیم الشان واقعات پیش آئے، احکامات کے اعتبار سے صحیح اور مستند احادیث سے جو امور سامنے آتے ہیں، وہ صرف دو ہیں:

ماہِ محرم الحرام میں پہلا حکم

اس ماہِ مبارک میں مطلقاً کسی بھی دن روزہ رکھنا رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ شمار ہوتا ہے، نیز! نو اور دس محرم یا دس اور گیارہ محرم کا روزہ رکھنا اور بھی زیادہ فضیلت کی چیز ہے، چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں وارد ہے:

''أفضل الصّيام بعد رمضان شهر الله المحرم، وأفضل الصّلاة بعد الفريضة صلٰوة الليل''۔ (صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب فضل صوم المحرم، رقم الحدیث: ۲۰۲)

ترجمہ: ''رمضان کے روزوں کے بعد سب سے افضل اللہ کے مہینہ محرم کے روزے ہیں، اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل رات کی نماز (تہجد) ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''حين صام رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يوم عاشوراء وأمر بصيامه، قالوا: يا رسول الله! إنه يوم تُعظِّمه اليهود والنصارى؟ فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: ''فإذا كان العام المقبل إن شاء الله صُمنا اليوم التاسع، قال: فلم يأت العام المقبل حتى توفى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم''۔

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب: أیّ یوم یصام فی عاشوراء؟ رقم الحدیث: ۱۱۳۴، ج:۲، ص: ۷۹۷، دار الکتب العلمیۃ)

ترجمہ: جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورا کے دن خود روزہ رکھا اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، تو اِس پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! اس دن کی تو یہود ونصاریٰ بھی تعظیم کرتے ہیں؟ (غالبًا یہ عرض کرنا مقصود ہوگا کہ روزہ رکھ کر تو ہم نے بھی اس دن کی تعظیم کی، گویا ہم ایک عمل میں ان کی مشابہت اختیار

www.banuri.edu.pk

کرنے لگے) تو اِس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر اللہ نے چاہا تو اگلے سال ہم نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھیں گے''۔ (اس طرح سے مشابہت کا شبہ باقی نہیں رہے گا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ اگلا سال آنے سے پہلے ہی آپ ﷺ کا وصال ہوگیا۔''

اسی وجہ سے فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں: صرف عاشورا کا روزہ نہ رکھا جائے، بلکہ اس کے ساتھ ۹ / یا ۱۱ محرم کا روزہ بھی ملالیا جائے، تاکہ یہود کے ساتھ مشابہت سے بچ سکیں، اس نبوی تعلیم سے یہ بات سمجھ لینا چنداں مشکل نہیں کہ کسی کارِ خیر میں بھی یہود سے مشابہت یا موافقت کو حضرت رسول اللہ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا؛ چہ جائیکہ! دوسری عادات یا معاملات میں ان سے مشابہت کو قبول کرلیا جائے! صحیح مسلم کی ہی ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قریش بھی زمانہ جاہلیت میں عاشورا کا روزہ رکھتے تھے:

''عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: كانت قريش تصوم عاشوراء فی الجاهلية، وكان رسول اللّٰه ﷺ يصومهٗ، فلما هاجر إلى المدينة صامهٗ وأمر بصيامه، فلما فرض شهر رمضان، قال: من شاء صامهٗ ومن شاء تركهٗ''۔

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صوم عاشورا، رقم الحدیث: ۱۱۲۵، ج:۲، ص:۷۹۲، دار الکتب العلمیۃ)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش روزہ رکھتے تھے اور جناب رسول اللہ ﷺ بھی روزہ رکھتے تھے، جب آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو وہاں بھی عاشوراء کا روزہ رکھا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، پھر جب ماہِ رمضان میں روزہ رکھنے کی فرضیت کا حکم آیا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو اختیار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''جو چاہے عاشورا کا روزہ رکھے، جو چاہے نہ رکھے''۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ہجرت سے قبل بھی حضور ﷺ کی اپنی عادت شریفہ روزہ رکھنے کی تھی اور ہجرت کے بعد دوسروں کو بھی تاکید فرمائی تھی۔

ماہِ محرم الحرام میں دوسرا حکم

عاشورا کے دن اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے یا کسی بھی اعتبار سے وسعت کرنا، اس کی خاص فضیلت وارد ہے؛ چنانچہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوہریرہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''من وسَّع علی عیالہٖ فی یوم عاشوراء، وسع اللّٰه علیه السنة کلها''۔

(شعب الإیمان للبیہقی، کتاب الصیام، صوم التاسع والعاشر، ج:۳، ص:۳۶۵)

ترجمہ: ''جو شخص عاشورا کے دن اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے میں وسعت وفراخی کرے گا، اللہ تعالیٰ سارا سال اس پر (رزق میں) وسعت فرمائے گا۔''

www.banuri.edu.pk

اگرچہ اس حدیث کی اسنادی حیثیت پر کلام ہے، مگر محدثین کی تصریحات کے مطابق ایسی روایات جو مختلف طرق سے مروی ہوں، ان کی مختلف اسناد کی وجہ سے ان میں قوت پیدا ہوجاتی ہے، اس لیے اس کو فضائل میں بیان کرنے پر کوئی بڑا اشکال باقی نہیں رہتا۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس مضمون کی روایات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

’’هذه الأسانيد وإن كانت ضعيفة، فهي إذا ضم بعضها إلى بعض، أخذت قوة، والله أعلم‘‘۔ (شعب الإیمان للبیہقی، کتاب الصیام، صوم التاسع والعاشر، ج:۳، ص:۳۶۵)

ترجمہ: ’’اگرچہ ان روایات کی سندوں میں ضعف ہے، لیکن ان میں مجموعی طور پر اتنی بات ضرور پائی جاتی ہے کہ ان اسانید کو ملا لیا جائے تو قوّت کی شکل بن جاتی ہے۔‘‘

محرم الحرام میں سوگ کرنے کا حکم

ایک اور چیز جس کا رواج عام طور پر بہت زیادہ ہو چکا ہے کہ یہ مہینہ غم کا مہینہ ہے، اس مہینے میں خوشی نہیں منانی چاہیے، کیوں؟! اس لیے کہ اس مہینے میں نواسۂ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کے چھوٹوں اور بڑوں کو ظالمانہ طور پر نہایت بے دردی سے شہید کر دیا گیا، ان کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کے لیے غم منانا، سوگ کرنا اور ہر خوشی والے کام سے گریز کرنا ضروری ہے، سوچنا تو یہ ہے کہ ہمیں اس بارے میں شریعت کی طرف سے کیا راہنمائی ملتی ہے؟؟!!

اس بارے میں سب سے پہلے علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول ملاحظہ کرتے ہیں:

’’فكل مسلم ينبغي له أن يحزنهٗ هذا الذي وقع من قتله رضي الله عنه، فإنه من سادات المسلمين وعلماء الصحابةؓ، وابن بنت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم التي هي أفضل بناته، وقد كان عابداً وشجاعاً وسخيا .... وقد كان أبوه أفضل منه، وهم لا يتخذون مقتله مأتَماً كيوم مقتل الحسينؓ، فإن أباه قتل يوم الجمعة وهو خارج إلى صلاة الفجر في السابع عشر من رمضان سنة أربعين، وكذالك عثمانؓ كان أفضل من عليؓ عند أهل السنة والجماعة، وقد قتل وهو محصور في دارهٖ في أيام التشريق من شهر ذي الحجة سنة ست وثلاثين، وقد ذُبح من الوريد إلى الوريد، ولم يتخذِ الناسُ يوم مقتله مأتمًا، وكذالك عمرؓ بن الخطاب، وهو أفضل من عثمانؓ وعليؓ، قتل وهو قائم يصلي في المحراب صلاة الفجر، وهو يقرأ القرآن، ولم يتخذ الناس يوم مقتله مأتما، ورسول الله صلی اللہ علیہ وسلم سيد ولد آدم في الدنيا والآخرة، وقد قبضه الله إليه كما مات الأنبياء قبله، ولم يتخذِ أحد يوم موتهٖ مأتما‘‘۔ (البدایۃ والنھایۃ، سنۃ إحدی وستین، فصل: فی الإخبار بمقتل الحسین بن علی رضی اللہ عنہ، ج:۱۱، ص:۵۷۹، دار الھجر للطباعۃ والنشر والتوزیع)

’’ہر مسلمان کے لیے مناسب یہ ہے کہ اس کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ غمگین کر

دے، اس لیے کہ وہ مسلمانوں کے سردار اور اہلِ علم صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے افضل لختِ جگر کے بیٹے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے، آپ عبادت کرنے والے، بڑے بہادر اور بہت زیادہ سخی تھے۔ آپ کے والد (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) آپ سے زیادہ افضل تھے، اُن کو چالیس ہجری سترہ رمضان جمعہ کے دن جب کہ وہ اپنے گھر سے نمازِ فجر کے لیے تشریف لے جا رہے تھے‘ شہید کر دیا گیا، اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ‘ سے افضل ہیں، جنہیں چھیالیس ہجری عیدالاضحیٰ کے بعد انہی کے گھر میں شہید کر دیا گیا، لیکن لوگوں نے ان کے قتل کے دن کو بھی اس طرح ماتم نہیں کیا، اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان دونوں حضرات (حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما) سے افضل ہیں، جن کو مسجد کے محراب میں نماز کی حالت میں جب کہ وہ قراءت کر رہے تھے‘ شہید کر دیا گیا، لیکن ان کے قتل کے دن بھی اس طرح ماتم نہیں کیا جاتا، اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا و آخرت میں بنی آدم کے سردار ہیں، ان کی وفات کے دن کو بھی کسی نے ماتم کا دن قرار نہیں دیا۔‘‘

اس قول کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ سمجھنا چاہیے کہ ’’شہادت‘‘ کا مرتبہ خوشی کا ہے یا غم اور سوگ کا؟؟!! تعلیماتِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے تو یہ سبق ملتا ہے کہ شہادت کا حصول تو بے انتہا سعادت کی بات ہے:

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا شوقِ شہادت

یہی وجہ تھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مستقل حصولِ شہادت کی دعا مانگا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری، کتاب فضائل مدینہ، باب کراہیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن تعری المدینۃ، رقم الحدیث: ۱۸۹۰، ج:۳، ص:۲۳، دار طوق النجاۃ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا شوقِ شہادت

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنہیں بارگاہِ رسالت سے سیف اللہ کا خطاب ملا تھا، وہ ساری زندگی شہادت کے حصول کی تڑپ لیے ہوئے قتال فی سبیل اللہ میں مصروف رہے، لیکن اللہ کی شان انہیں شہادت نہ مل سکی، تو جب ان کی وفات کا وقت آیا تو پھوٹ پھوٹ کے رو پڑے کہ میں آج بستر پر پڑا ہوا اونٹ کے مرنے کی طرح اپنی موت کا منتظر ہوں۔ (البدایہ والنھایہ، سنۃ احدی وعشرین، ذکر من توفی احدی وعشرین، ج:۷، ص:۱۱۴، مکتبۃ المعارف، بیروت)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شوقِ شہادت

شہادت تو ایسی عظیم سعادت اور دولت ہے، جس کی تمنا خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے کی اور امت کو بھی اس کی ترغیب دی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: ’’میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے راستے میں جہاد کروں، پھر شہید کر دیا جاؤں، (پھر مجھے زندہ کر دیا جائے) پھر میں اللہ کے راستے میں جہاد کروں اور شہید کر دیا جاؤں (پھر مجھے زندہ کر دیا جائے) پھر میں اللہ کے راستے میں جہاد کروں اور پھر شہید کر دیا جاؤں‘‘۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ، رقم الحدیث: ۴۹۶۷)

الغرض یہاں تو صرف یہ دکھلانا مقصود ہے کہ شہادت تو ایسی نعمت ہے جس کے حصول کی شدت سے تمنا کی جاتی تھی، یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر افسوس اور غم منایا جائے، اگر اس عمل کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر ہمیں بتلایا جائے کہ پورے سال کا ایسا کون سا دن ہے جس میں کسی نہ کسی صحابیِ رسول کی شہادت نہ ہوئی ہو، کتبِ تاریخ اور سیر کو دیکھ لیا جائے، ہر دن میں کسی نہ کسی کی شہادت مل جائے گی، جس کا مقتضا یہ ہے کہ اس دن کو اظہارِ غم اور افسوس بنایا جائے، نیز! اس بات کو بھی دیکھا جائے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بھی تو کئی عظیم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب شخصیات کو شہادت ملی، لیکن کیا ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی شہادت کے دن کو اس طرح منایا؟؟!! نہیں! بالکل نہیں! تو پھر کیا ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ غم محسوس کرنے والے ہیں؟؟!! خدارا! ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور اس قسم کی رسومات اور فضول اعمال سے بچنے کی مکمل کوشش کریں۔

محرم الحرام میں شادی کرنے کا حکم

اوپر ذکر کی گئی تفصیل کے مطابق اس ماہِ مبارک میں سوگ کرنا بالکلیہ بے اصل اور دین کے نام پر دین میں زیادتی ہے، جس کا ترک لازم ہے، لہٰذا جب سوگ جائز نہیں ہے تو پھر شرعاً اس مہینے میں شادی کرنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے، بلکہ عجیب بات تو یہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے شادی اسی ماہِ مبارک میں ہوئی۔ (ملاحظہ ہو: تاریخ مدینۃ الدمشق لابن عساکر، باب ذکر بنیہ وبناتہ علیہ الصلاۃ والسلام وأزواجہ، ج: ۳، ص: ۱۲۸، دار الفکر۔ تاریخ الرسل والملوک للطبری، ذکر ما کان من الأمور فی السنۃ الثانیۃ، غزوۃ ذات العشیرۃ، ج: ۲، ص: ۴۱۰، دار المعارف بمصر)

اس مہینے میں شادی نہ ہونے کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اس مہینے میں نحوست ہے، جب کہ شرعاً یہ بات بالکل بے اصل اور بے بنیاد ہے، بلکہ یہ عقیدہ یا ذہن رکھنا ہی گناہ ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی دن یا زمانے میں کسی قسم کی نحوست نہیں رکھی گئی۔ اکابرین مفتیانِ عظام کے فتاویٰ میں اس کی تصریحات موجود ہیں، ذیل میں فتاویٰ رحیمیہ سے اسی مسئلے کا جواب نقل کیا جاتا ہے:

’’(الجواب): ماہ محرم کو ماتم اور سوگ کا مہینہ قرار دینا جائز نہیں، حدیث میں ہے کہ عورتوں کو ان کے خویش و اقارب کی وفات پر تین دن ماتم اور سوگ کرنے کی اجازت ہے اور اپنے

شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن سوگ منانا ضروری ہے، دوسرا کسی کی وفات پر تین دن سے زائد سوگ منانا جائز نہیں، حرام ہے، آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

’’لا یحل لامرأة تؤمن باللّٰہ والیوم الآخر أن تحد علی میت فوق ثلٰث لیال إلا علٰی زوج أربعة أشهر وعشراً۔‘‘ (بخاری، باب: تحد المتوفی عنها أربعة أشهر وعشراً الخ، ص: ۸۰۳، ج: ۲)

ترجمہ: ’’جو عورت خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھے، اس کے لیے جائز نہیں کہ کسی کی موت پر تین رات سے زیادہ سوگ کرے، مگر شوہر اس سے مستثنیٰ ہے کہ اس کی وفات پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔‘‘

ماہِ مبارک محرم میں شادی وغیرہ کرنا نامبارک اور ناجائز سمجھنا سخت گناہ اور اہل سنت کے عقیدے کے خلاف ہے۔ اسلام نے جن چیزوں کو حلال اور جائز قرار دیا ہو، اعتقاداً یا عملاً ان کو ناجائز اور حرام سمجھنے میں ایمان کا خطرہ ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ خوب احتیاط برتیں، ان رسومات سے علیحدہ رہیں، اس لیے کہ ان میں شرکت حرام ہے۔

’’مالا بدمنہ‘‘ میں ہے: ’’مسلم را تشبہ بہ کفار وفساق حرام است۔‘‘ یعنی: ’’مسلمانوں کو کفار وفساق کی مشابہت اختیار کرنی حرام ہے۔‘‘ (ص: ۱۳۱)

ماہ مبارک میں شادی وغیرہ کے بارے میں دیوبندی اور بریلوی میں اختلاف بھی نہیں ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا فتویٰ پڑھیے:

’’(سوال) بعض سنی جماعت عشرۂ محرم میں نہ تو دن بھر میں روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔ ۲: ان دس دن میں کپڑے نہیں اتارتے۔ ۳: ماہِ محرم میں کوئی بیاہ شادی نہیں کرتے، اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔‘‘ (احکام شریعت، ص: ۹۰، ج: ۱)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔‘‘ (فتاوی رحیمیہ، کتاب البدعۃ والسنۃ، ج: ۲، ص: ۱۱۵، دارالاشاعت، کراچی)

اسی طرح فتاویٰ حقانیہ (کتاب البدعۃ والرسوم، محرم الحرام میں شادی کرنے کا حکم؟ ج: ۲، ص: ۹۶، جامعہ حقانیہ، اکوڑہ خٹک) میں بھی موجود ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر طرح کے منکرات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اور افراط وتفریط سے بچتے ہوئے صراطِ مستقیم پر گامزن رکھے، آمین۔